شاہ عبدالکریم بُلڑی والے سندھی

سخاوت مرزا قادری

سید عبدالکریم سندھی[1] کے مختصر حالات ایک تالیف "سندھی ادب" میں موجود ہیں۔ اور حضرت موصوف کو "بلڑی" تحریر کیا گیا ہے۔ مکرمی سید حسام الدین راشدی صاحب نے آپ کا اس طرح تعارف کرایا ہے:۔

شاہ عبدالکریم بلڑی ۹۴۴ھ - اس دور کا ایک اور بیلے مثل شاعر شاہ کریم ہے۔ پورا کلام بھی محفوظ نہ رہ سکا، البتہ بیان العارفین تدوین ۱۰۴۴ھ کے ذریعہ ۹۴ اشعار ہم تک پہنچے ہیں۔ ان اشعار میں کئی الفاظ قدیم سندھی کے ہیں، آج متروک ہو چکے ہیں ان کے علاوہ عربی کے ۲۹ لفظ اور فارسی کے ۸ الفاظ ہیں۔ شعر کا انداز بیان بے حد دلکش ہے۔

مولانا قدوسی مؤلف صوفیاء سندھ[2] نے بھی شاہ عبدالکریم سندھی کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ جن کا ماخذ زیادہ تر تحفۃ الکرام مؤلفہ علی شیر قانع ہے۔ تحفۃ الکرام کے مندرجہ بعض واقعات بیان العارفین سے ماخوذ ہیں۔ بیان العارفین کا نسخہ تعجب ہے کہ سندھ کے کسی کتب خانہ میں موصوف کو نہیں ملا۔ مولانا نے تحریر فرمایا کہ "سید عبدالکریم کے بچپن کے حالات اور تحصیل علم کے متعلق تذکرے نگار خاموش ہیں۔ لیکن آپ کی تصانیف بیان العارفین اور رسالہ کریمی سے آپ کے تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔"

---

۱ سندھی ادب مولفہ پیر حسام الدین راشدی

۲ تذکرہ صوفیاء سندھ مؤلفہ اعجاز الحق قدوسی۔

بیان العارفین آپ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ آپ کے ایک مرید یا معتقد محمد رضا ابن دریائی بن دادو عرف گہرلیے آپ کے ملفوظات آپ کے صاحبزادوں اور رفقاء سے سن کر مرتب کئے ہیں۔ جس میں آپ کے لڑکپن کے حالات بھی درج ہیں۔ بیان العارفین کا سندھی ترجمہ کئی مرتبہ شائع ہوچکا ہے۔ البتہ فارسی متن اب تک شائع نہیں ہوا، لیکن اس کے متعدد قلمی نسخے بعض حضرات کے پاس موجود ہیں سید عبدالکریم سندھی کے حالات چونکہ اردو زبان میں کم یاب ہیں، اس لئے ہم آپ کے ملفوظات کی اصل شہادتوں سے آپ کے مختصر وجامع حالات اور تعلیمات پر یہاں روشنی ڈالتے ہیں۔

شاہ عبدالکریم سندھی رحمتہ اللہ علیہ موضع متعلوی میں جو سندھ کا ایک پرگنہ ہے ۹۴۴ھ میں متولد ہوئے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا میاں سید جلال تھے۔ آپ نے لڑکپن میں ایک مرتبہ سماع سنا، بھائی صاحب کو معلوم ہوا تو ان کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ آپ نے والدہ ماجدہ سے شکایت کی اور کہا کہ میں نے کچھ پڑھا لکھا نہیں، میری عمر برباد ہوگئی۔ جب سید جلال اپنی والدہ ماجدہ کے پاس گئے، تو وہ سخت برہم ہوئیں اور فرمایا کہ تم شاہ عبدالکریم کو کچھ مت کہا کرو تمہیں اس کے مرتبے کی کچھ خبر نہیں ہے۔

آپ کے معمولات یہ تھے۔

صبح نماز فجر باجماعت ادا فرماتے۔ اور اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے گھر کا کام کاج خود کرتے، خود ہی کھانا پکا لیتے، اور اپنے بچوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور خوش ہوتے فقراء کو بھی کھانا کھلاتے۔ بیلوں کو ساتھ لے کر اپنے کھیت میں تشریف لے جاتے۔ اور ہل چلاتے عصر کے وقت گھر واپس آتے۔ ایام ضعیفی میں ہمیشہ آدھی رات کو آپ کی آنکھ کھل جاتی۔ تو صبح تک سندھی زبان کے اشعار گاتے رہتے۔ آپ کے حجرہ کے باہر دوسرے فقراء جو حاضر ہوتے انہیں شوق سے سنتے۔ آپ اکثر اپنے گاؤں سے دوسرے کسی موضع کی طرف نکل جاتے وہاں کی مسجدوں میں پانی بھرتے جو کوئی مسافر وہاں مقیم نظر آتا اس کی خاطر تواضع فرماتے۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھ پاؤں دبانے میں دریغ نہ فرماتے۔ پھر راستہ کاٹ کر کوہ مکلی کے اس پار بعض بزرگوں مثلاً جدہ ہالوی، گوئیر خواجہ (گودیر) مقبرہ ہفت دختراں وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوکر شہر ٹھٹھہ میں داخل ہوتے اور وہاں کی بعض مساجد کی ضروریات کی تکمیل کر کے اپنے گاؤں واپس تشریف لاتے۔ اور حسب معمول

نماز اور اوراد میں مشغول ہو جاتے۔

ایک مرتبہ دو طالب علم ٹھٹہ جا رہے تھے راستہ میں دریا حائل تھا۔ ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور منزل مقصود کو پہنچے۔ ان طالب علموں نے کھانا پکایا اور آپ کو کھانا کھانے کے لئے مجبور کیا۔ مگر آپ نے نہ کھایا۔ اور عذر کر دیا اس خیال سے کہ کہیں وہ بھوکے نہ رہ جائیں۔

ایک مرتبہ قریہ ہالہ کے ایک رئیس نے آپ کو سر پر لکڑی کا گٹھا لاتے ہوئے دیکھا۔ وہ آپ کے پیچھے دوڑا اور قدم مبارک پر گر پڑا، اور معذرت چاہی آپ نے فرمایا کہ میں نے لکڑی کا گٹھا اس خیال سے اٹھایا تھا کہ مسجد میں رات کو پڑا رہوں گا، اور آگ روشن رکھونگا تاکہ مسجد میں اجالا رہے۔ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت کا آپ کو بڑا خیال تھا۔

ایک مرتبہ ایک ظالم نے ایک شخص کی گائے اس سے زبردستی چھین لی اس نے آپ سے فریاد کی آپ فوراً اس کی حمایت کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ اس نے عرض کی کہ آپ نے صرف ایک گائے کی خاطر اتنی زحمت فرمائی، تو فرمایا کہ میاں گائے تو بڑی چیز ہے۔ اگر کسی کی مسواک بھی کوئی چھین لیتا تو میں ضرور جاتا۔ ایک مرتبہ مزاج ناساز تھا ایک شخص آیا اور عرض کی کہ فلاں شخص سے میری سفارش فرما دیجئے آپنے اپنی علالت کی۔ کوئی پروا نہیں فرمائی اپنے مریدین سے فرمایا کہ مجھ کو ذرا اٹھاؤ تاکہ میں اس شخص کے ساتھ چلا جاؤں اور اس کی ضرورت پوری کردوں۔

ایک روز حاجی سوزہ بطور مہمان تشریف لائے تو آپ نے طرح طرح کے کھانے پکوائے اور خوب خاطر تواضع فرمائی۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ آپ نے اس قدر کیوں تکلیف فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ یہ تو ہمارا فرض ہے کہ اپنے مہمان کی دل کھول کر خاطر تواضع کریں۔ ایک مرتبہ حضرت مخدوم نوح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلام کہلا بھیجا۔ تو آپ بڑے خوش ہوئے اور اس مسرت میں ایک گائے ذبح کر کے فقرا کو تقسیم فرما دی اور حاضرین سے فرمایا کہ حضرت مجھ کو اس طرح یاد فرماتے ہیں کہ کوئی اپنے بچوں کو بھی یاد نہ کرتا ہوگا۔

شاہ عبدالکریم قدس سرہ نے ۱۰۳۲ھ[1] میں وفات پائی مگر صوفیاء سندھ[2] میں

---

[1] سندھی ادب مؤلفہ پیر حسام الدین راشدی۔ [2] صوفیاء سندھ مؤلفہ اعجاز الحق قدوسی

آپ کی تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ درج ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتی آپ کا مزار شریف بلڑی سندھ میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ سید للہ اوّل جو صغیر سنی میں اللہ کے پیارے ہوگئے

۲۔ سید عبدالرحیم

۳۔ سید جلال شہید

۴۔ سید برہان

۵ سید للہ ثانی

۶۔ سید دین محمد

۷ سید محمد حسین

۸۔ سید عبدالقدوس

سید عبدالرحیم لبقول میاں ابراہیم ابن مخدوم نوح بڑے متقی تھے۔ گویا اپنے والد کا صحیح نمونہ تھے۔ بحیات والد ماجد وفات پائی۔ نیز سید برہان، سید للہ ثانی اور سید عبدالقدوس بڑے متقی پرہیزگار عارف تھے۔ سید عبدالکریم کے بعد سید دین محمد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کفنی پہنتے اور سیاہ چادر اوڑھا کرتے تھے آپ کی اولاد میں سے سید شاہ عبداللطیف بھٹائی بڑے مشہور عارف اور شاعر گزرے ہیں۔

مشہور و معروف صوفی شاعر سید شاہ عبداللطیف بھٹی قدس سرہٗ شاہ عبدالکریمؒ کی چوتھی پشت میں ہوئے ہیں۔ مؤلف صوفیار سندھ نے آپ کے جدّ کا نام سید جمال ابن عبدالکریم بلڑی لکھا ہے۔

آپ کے صاحبزادوں میں سید جمال کا نام تو موجود نہیں البتہ سید جلال ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹی عالمگیر کے آخری دور میں $\frac{۱۱۰۱}{۱۶۸۹}$ سنہ میں پیدا ہوئے۔

شاہ صاحب کی ولادت $\frac{۱۶۸۹}{۱۰۱۱}$ بیان کی گئی ہے (تذکرہ صوفیار سندھ) مگر ۱۰۱۱ھ سنہ عالمگیر کا دور نہیں ہے۔ ممکن ہے سہو کتابت ہو۔

غرض شاہ عبداللطیفؒ بھٹی شاہ عبدالکریمؒ کے ایک سو ستر سال بعد پیدا ہوئے اور ۱۱۶۵ھ سنہ میں بعمر ۶۴ سال راہی ملک بقا ہوئے۔

بعض ملفوظات

علماء کی انتہا فقراء کی ابتدا ہے۔ ثمرۃ من المعرفتہ خیرٌ من کثرۃ العلم۔ طالب علم تو بہت ہیں، لیکن طالب علیم بہت کم ہیں۔ حافظ قرآن بہت ہیں لیکن حافظ حدود کم ہیں۔ العلم بلا عمل کشجرۃ بلا ثمر۔ علم سے انسان بہشت میں پہنچ جاتا ہے اور ذکر الٰہی سے خدا تک۔ بقول قاضی قادن

کنز قدوری کافیہ کبی کو نہ پڑھیوم

اِدپا ڑدیٔ ہیو جیان پریت لدٔ دم

یعنی کنز و قدوریؒ کافیہ یہ تینوں کتاب کے نام ہیں جو میں نے نہیں پڑھیں۔ لیعنی یہ سب کچھ پڑھ لیا۔ مگر افسوس تو یہ ہے ایک چیز کوئی دوسری ہی تھی۔ جس سے میں نے دوست کو پالیا۔ (بقول زاہد شدی و شیخ شدی و قاضی شدی دایں جملہ شدی لیک مسلماں نشدی)۔

مخلوق کے لئے تو صرف و نحو کافی ہے اور میرے لئے دوست کا مطالعہ میں نے وہی پڑھا۔ اور وہی پڑھتا رہتا ہوں، مجھے وہی ایک حرف کافی ہے۔ فرمایا کہ علم ایک چراغ ہے اور عمل فیتلہ اور روغن اگر وہ روشنی نہ دے تو پھر کس کام کا۔

ارشاد ہوا کہ بعض لوگوں نے علم تو سیکھا مگر بعض دوسرے اشغال میں مصروف ہوگئے، اور میں نے جو کچھ سیکھا سماع سے سیکھا۔ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ ایک مرتبہ بعض فقراء سماع کے بجائے ذکر میں مشغول ہوگئے تو فرمایا کہ کیا سماع ذکر نہیں ہے کہ اس سے منہ پھیر کر ذکر میں مشغول ہوئے۔

نیز آپ فرماتے ہیں۔

خدائے عز و جلّ کی ہستی آفتاب کی سی ہے۔ اور پیغمبر اس کے پرتو ہیں۔ اور مخلوقات اس پرتو کا پرتو ہیں۔ سایہ کا وجود پرتو سے ہے اور پرتو کا وجود آفتاب سے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ آفتاب کی ہستی ہے تو بجا و درست ہے۔ اور اگر یہ کہے کہ یہ روشنی آفتاب کی ہے۔ آفتاب نہیں ہے، تو یہ بھی درست ہے۔

عالمے ہست برزخ جامع　　صورتِ خلق و حق درو لامع
عالمے ہست وے ہست نما　　حق نیست ولیک نیست نما